سفر معراج: نبی کریم ﷺ کا اختصاصی معجزہ

(تحقیقی و تجزیاتی جائزہ)

The Ascension: Prophet (ﷺ)'s Exceptional Miracle

(A Scholastic & Analytical Study)

* **Dr. Hafiz Mohsin Zia Qazi,** Assistant Professor, HOD Department of Islamic Studies, MY University Islamabad.Email: zia3840@gmail.com

* **Dr. Hameedullah Bhutto ,** Assistant professor Sindh University Campus , Mirpurkhas.

* **Dr. Nighat Akram ,** Assistant Professor , Department of Islamic Studies of management,humanities and social sciencs, University of Poonch, Rawalakot, Ajk.

Abstract

Miraj (Ascension) is the eternal miracle of the Holy Prophet (ﷺ). Its depth and magnanimity will be further realized with the passage of time and new cosmic revelations will continue to emerge and testify to the reality of the Miracle of Ascension. Every step taken in the journey of evolution is advancing in the footprints of the Journey of Ascension. The Prophet (ﷺ) said: I rose from Makkah and rode Burraq and reached Bait ul Muqaddas. From there I ascended to the heavens and from there to the Throne; so much so that out of the bounds of the space-time continuum, where the fabric of space converges. There, I witnessed The Absolute Beauty (ALLAH) with my bare eyes; and met the previous prophets.

In this article, the event of Ascension has been explored. The author has collected and included different understandings, posed by contemporary and preceding writers, regarding the Ascension. The

author has deemed to create clarity and delineation about Ascension. The results have been complemented with recommendations such as the need of detailed and repeated exploration of Ascension. This is how the truest meanings of the reality of such miraculous events will be revealed completely.

Keywords: Ascension, Exceptional Miracle, space converges, space-time continuum

تعارف:

سفر معراج تاریخِ ارتقائے نسلِ انسانی کا اہم سنگِ میل اور تاریخِ انسانی کا ایسا حیرت انگیز، نرالا اور نادر الوقوع واقعہ ہے جس کی تفصیلات پر عقلِ انسانی آج بھی حیران و ششدر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ انسانِ کامل حدودِ سماوِی کو عبور کر کے آسمان کی رفعتوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا لامکاں کی وسعتوں تک کیسے پرواز کر سکتا ہے؟ یہود ونصاریٰ کو بھی رسول اللہ ﷺ کا خصوصی اہمیت کا حامل معجزۂ معراج ہضم نہ ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کو مختلف نوعیت کے معجزات سے نوازا تاکہ ان کی حقانیت ان کی اقوام پر آشکار ہو اور وہ دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے نارِ نمرود کو گلزار فرمایا۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو جادوگروں کے کمالات کا توڑ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کا معجزہ عطا فرمایا۔ خاتم النبیین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر اختصاصی معجزہ عطا فرمایا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی امت نے چاند پر قدم رکھنا تھا، ہواؤں کو مسخر کرنا تھا، ستاروں پر کمندیں ڈالنی تھیں اور گلوبلائزیشن کی وجہ سے مسافتوں نے سمٹ جانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مکان ولامکاں کی وسعتوں میں سے نکال کر اپنے قرب میں لا کر حسنِ مطلق کے بے نقاب جلوؤں سے سرفراز فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کے باقی تمام معجزات اور دیگر انبیاء ومرسلین کے تمام معجزات ایک طرف اور آپ ﷺ کا سفر معراج ایک طرف، تمام معجزات مل کر بھی اِس عظیم سفر معراج کی ہمہ گیریت اور عالمگیریت کو نہیں پہنچ سکتے۔

موضوع تحقیق کی ضرورت واہمیت:

سفر معراج وہ دائمی معجزہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اِس کی عظمت وحقانیت میں مزید اضافہ ہوتا

رہے گا ۔سفر معراج سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکہ سے براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچا، پھر وہاں سے آگے آسمانوں کی سیر کرتا ہوا عرشِ معلی تک گیا۔ میں مکان ولامکاں کی وسعتیں طے کرتا ہوا مقامِ قاب وقوسین پر پہنچا اور پھر دنیٰ فتدلٰی کی منزلت پر فائز ہو کر قوسین کی قربتوں میں اپنے رب کا بے حجاب دیدار بھی کیا۔ آسمانوں میں انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں کیں۔ ابولہب اور ابوجہل کی عقل آڑے آگئی اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تسلیم بھی کیا اور تصدیق بھی کی جس کے باعث صدیق کے لقب سے ملقّب ہوئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے کہ عشق ومحبت والے سفر معراج کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہیں جبکہ عقل سے مسائل حل کرنے والے اس عظیم معجزہ کے انکاری ہیں یا معراج کو روحانی اور رؤیائی تسلیم کرتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس اختصاصی معجزہ کو کھل کر بیان کیا جائے اور اس کی حقانیت کے تمام دلائل کھول کر پیش کئے جائیں تاکہ نسل نو پر مقامِ مصطفےٰ کریم ﷺ آشکار ہو سکے۔

موضوع تحقیق پر سابقہ کام کا تحقیقی جائزہ:

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کو بہترین نمونہ قرار دے کر اہل اسلام کو آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے ایک ایک گوشے کو محفوظ کیا جائے۔ اور امت مسلمہ نے اس عظیم الشان تقاضے کو بحسن وخوبی سرانجام دیا ہے۔ سیرت نبوی پر ہر زمانے میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور اہل علم نے اپنے لئے سعادت سمجھ کر یہ کام کیا ہے۔ سب سے پہلے تو مغازی اور احادیث کی کتب میں نبی کریم ﷺ کے فضائل ومحاسن، کمالات ومعجزات اور خصائص وشمائل کو جمع کیا گیا ہے اور یہی کتب، کتبِ سیر کا ماخذ ہیں۔ ذیل میں چند اہم کتب شمائل وخصائص اور معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس مقالہ کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں معراج النبی ﷺ پر لوگوں کے نظریات میں جو اختلاف ہے اس کو بھی بیان کیا گیا ہے اور واقعہ معراج کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔

شمائل ترمذی:

عظیم محدث امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی (209ھ 279ھ) کی مشہور کتاب ہے۔ امام ترمذی نے اس میں رسول اللہ ﷺ کے عسر ویسر، شب وروز اور سفر وحضر سے متعلقہ معلومات کو احادیث کی روشنی میں جمع کر دیا ہے۔ شمائل ترمذی

کا درجہ صحیحین کے بعد ہے مگر بعض خصوصیات صحاح کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہیں۔

دلائل النبوۃ از اصفہانی:

یہ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسی بن مہران الاصفہانی (336ھ 430ھ) کی مشہور تصنیف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے معجزات و کمالات پر مبنی سیرت کی ایک شاہکار کتاب ہے۔ آپ کی یہ کتاب آنحضرت ﷺ کے خصائص و کمالات اور فضائل و مکارم اور دلائل نبوت و معجزات سے متعلق ہے امام صاحب نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے خصائص اوصاف قرآن مجید کی روشنی میں بیان کیے ہیں اور تائید میں احادیث رسول اللہ ﷺ پیش کی ہیں اس کے بعد قدیم کتابوں اور انبیائے کرام کے صحیفوں میں جو پیش گوئیاں آنحضرت ﷺ کے متعلق بیان کی گئی ہیں ان کو جمع کیا ہے اس کے بعد آپ ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے واقعات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

دلائل النبوۃ:

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (386ھ 458ھ) کی سیرت النبی پر عظیم کتاب ہے۔ امام بیہقی نے اس عظیم الشان تصنیف میں معجزات النبی، دلائل النبوۃ، رسول اکرم کی طہارت میلاد، اسماء وصفات اور حیات و ممات کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے اس کتاب میں سیرت نبوی کو بڑے احسن اور منفرد انداز میں جمع فرما دیا۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ امام بیہقی نے سیرت کو احادیث کی صحیح روایات کے ساتھ مزّین فرمایا ہر قول کے لیے سند پیش کی۔

کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی

اس کے مصنف ابو الفضل قاضی عیاض بن موسٰی مالکیؒ (476ھ۔544ھ) ہیں۔ آپؒ اپنے دور کے عظیم محدث، امام اور علم نحو، صرف، لغت، تاریخ اور انساب کے بڑے عالم تھے۔ آپؒ کی کثیر تصانیف میں سے سب سے زیادہ مشہور "کتاب الشفاء" ہے جو کہ سیرت کی معروف اور مقبول عام کتاب ہے۔ مصنف نے کتاب میں رسول پاک کے فضائل، محاسن اور معجزات کو ایسے مؤثر اور دل پزیر پیرائے میں بیان کیا ہے کہ ان کے ایک ایک لفظ سے آنحضرت کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت ٹپکتی ہے۔

زاد المعاد:

زاد المعاد فی ھدی خیر العباد حافظ محمد ابن قیم الجوزی (متوفی 751ھ) کی سیرت کے موضوع پر مشہور کتاب ہے۔ کتب

سیرت میں زاد المعاد کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف حالات اور واقعات کے بیان پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آنحضرت کے فلاں قول اور فلاں عمل سے کیا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور آنحضرت کے حالات اور معمولات زندگی میں ہمارے لیے کیا کچھ سامانِ موعظت موجود ہے گویا اس کتاب میں امت کے سامنے رسول کریم کا اسوہ حسنہ اس طرح کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اس سے ہدایت حاصل کر سکے۔

الخصائص الکبریٰ:

امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) کی تصنیف ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے معجزات اور مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام سے ظہور ہونے والے معجزات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے معجزہ کی تعریف جاننا ضروری ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں معجزہ کسے کہتے ہیں۔لہذا ذیل میں معجزہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

المواھب اللدنیہ:

یہ ابو العباس احمد بن محمد قسطلانیؒ (851ھ-923ھ) کی تصنیف ہے۔ آپؒ ایک عظیم محدث تھے۔ امام قسطلانیؒ، امام ابن حجر عسقلانی کے ہم مرتبہ ہیں۔ آپ کو " ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" لکھ کر بہت شہرت حاصل ہوئی۔ سیرت پر " المواھب اللدنیہ" ہے جو کہ خاصی مفصل کتاب ہے۔ متاخرین اس تصنیف کا حوالہ اکثر استعمال کرتے ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کی سیرت پر ایک جامع کتاب ہے جس میں ولادت باسعادت سے لے کر وصال مبارکہ تک سیرت طیبہ کے احوال و واقعات اور معجزات و کمالات کو بیان کیا گیا ہے۔ کتب سیرت میں "المواہب اللدنیا" کو خاصی شہرت حاصل ہے۔

شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ:

یہ کتاب المواھب اللدنیہ کی مفصل شرح ہے۔ اس کے مصنف کا نام محمد بن عبد الباقی الزرقانی ہے۔ آپ کا سنِ وفات 1122ھ ہے۔ علامہ زرقانی نے یہ ایک جامع تصنیف تیار کی ہے اور ہر واقعہ سے متعلق مختلف روایات اور ضروری مواد ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے ظہور ہونے والے معجزات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے معجزہ کی تعریف جاننا ضروری ہے کہ

شریعتِ اسلامیہ میں معجزہ کسے کہتے ہیں۔ لہٰذا ذیل میں معجزہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

معجزہ کی تعریف:

لفظِ معجزہ کا مادہ، عَجِزَ، یَعْجَزُ عَجْزًا ہے، جس کے معنی: ''کسی شئے پر قادِر نہ ہونا'' یا ''کسی کام کی طاقت، یا استطاعت نہ رکھنا'' وغیرہ ہیں۔ امام راغب اِصفہانی معجزے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''و العجز أصله التّأخرعن الشئ وحصوله عند عجز الأمر أى :مؤخره. . و صار فى التّعارف، إسماً للقصور عن فعل الشئ وهو ضد القدرة.''[1]

یعنی ''عجز'' کے حقیقی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانے یا اُس کے ایسے وقت میں حاصل ہونے کے ہیں جبکہ اُس کا وقت ختم ہو چکا ہو۔۔ عمومی طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے عاجز ہو جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ ''القدرۃ'' کی ضد ہے۔

علامہ علی بن محمد بن علی الجرجانی معجزہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''خَارِقٌ لِّلْعَادةِ مِنْ قِبَلِ شَخْصٍ مُقَارِنٍ لِّدَعْوَى النُّبُوَّةِ -''[2]

یعنی وہ خلاف عادت کام جو ایسے شخص سے ظاہر ہو جو دعویٰ نبوت کرتا ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی معجزہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''إعلم أنّ معنٰى تسميتنا ماجاء ت به الأنبياء معجزة هو أن الخلق عجزوا عن الإتيان بمثلها''[3]

---

[1] المفردات فی غریب القرآن، ابو القاسم محمد بن الحسین، امام راغب الاصفہانی، بیروت: دار القلم، الطبعہ الاولیٰ ۱۴۱۲ھ، ص ۵۴۷

1.Al-Mufredaat Fi Gareeb ul Quraan, Ab Alqasam Muhammad bin Al Hussain, Imam Ragib al Asfahani, Beroot: Dar Al Qalam,Edition one,1412H, P547

[2] کتاب التعریفات، الجرجانی، علی بن محمد سید الزین ابو الحسن، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن، ص ۱۲۹

2.Kitaab ul Tareefat, Al jurjani Ali bn Muhammad syed zain, Lahore: Maktabah Rehmania, P 129

[3] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، ابو الفضل قاضی عیاض مالکی، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۸۴، ج ۱، ص ۳۴۹

یعنی یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں اُسے ہم نے معجزے کا نام اِس لئے دیا ہے کہ مخلوق اُس کی مِثل لانے سے عاجز ہوتی ہے۔

معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے مگر اس کا صدور نبی اور رسول کے ذریعہ ہوتا ہے اور معجزہ مروّجہ قوانین فطرت کے برعکس ہوتا ہے۔ معجزہ نبی اور رسول کا ذاتی نہیں بلکہ عطائی فعل ہے اور یہ عطا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اِسی لئے عقلِ انسانی اس کے سامنے بے بس ہوتی ہے اور اس کی حقیقت کا اِدراک نہیں کر سکتی۔

نبی کریم علیہ السلام کے معجزات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو قرآن مجید، احادیث اور کتب سیر میں موجود ہیں۔ اس تحقیقی مقالے کا موضوع قرآنی سیرت سے متعلق ہے۔ اس لیے ہم صرف ان معجزات کا ذکر کریں گے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان کی تقسیم میں نے یہاں دو طرح سے کی ہے۔ آسمانی معجزات اور زمینی معجزات۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔ آسمانی معجزات میں دو کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ ایک واقعہ معراج ہے اسکی تقسیم بھی کی جاسکتی ہے، اسراء (مسجد الحرام سے مسجد الاقصی تک کا سفر) کو زمینی معجزات میں شامل کیا جائے جبکہ معراج (مسجد الاقصی سے سدرہ المنتہی تک) کو آسمانی معجزات میں شامل کیا جائے۔ چونکہ یہ سفر اکٹھا ہے اور اس میں اعتراضات اور اختلافات کا ذکر ہے اس لیے اس کو یکجا کر کے معراج کے تحت آسمانی معجزات میں شامل کیا گیا ہے۔ دوسرا آسمانی معجزہ شق القمر کا ہے جس کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ مذکورہ بالا معجزات کی تفصیل یوں ہے۔

اختصاصی معجزہ **معراج النبی ﷺ**

سفر معراج نبی کریم ﷺ کے امتیازی معجزات میں سے ہے۔ اور تاریخ اسلامی کا معروف ترین واقعہ ہے۔ واقعہ معراج قرآن مجید میں دو مقامات پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اسراء (مسجد حرام سے مسجد اقصی تک) کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔ اور معراج (اقصی سے سدرہ تک) کا ذکر سورہ النجم میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کو معراج پر لے جانے کا مقصد قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو سیر کیوں کرائی؟ اس سفر رفیعہ کا مقصد اپنے رسول مکرم ﷺ کو اپنی تجلیات اور نشانیاں دکھانی تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

3. Kitab ul Shifa bitareef e Huqooq ul Mstafa,Abu al Fazal Qazi Ayaz Malki, Beroot: Dar al Kutab al Arbi, 1984, P349

﴿ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[4]

پاک ہے وہ ذات، جو راتوں رات لے گئی اپنے بندہ خاص کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے آس پاس کو ہم نے نواز رکھا ہے طرح طرح (کی خیرات) و برکات سے، تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی نشانیوں میں سے (کچھ نشانیاں)، بیشک وہ (اللہ) ہی ہے سننے والا، دیکھنے والا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے سفر معراج کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی ذات کی پاکیزگی کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ پاک ذات نے راتوں رات اپنے بندے کو سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ تاکہ قاری کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ اصل قدرت کاملہ کا مالک تو وہ رب ہے جس نے اپنے بندے کو اس عظیم سفر پر بلایا اور اپنی نشانیاں دکھائیں۔ نہ اس کی قدرت میں کوئی نقص ہے اور نہ ہی اس کے تصرف میں کوئی کمزوری ہے کہ یہ سفر اس کی طاقت سے بالا ہو۔ لہذا جس کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی کامل قدرت و تصرف پر ہے وہ اس پر بات پر بات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے معراج کرائی ہے اور آپ ﷺ نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ بھی فرمایا ہے۔ ان نشانیوں کا ذکر سورہ النجم میں بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ﴾[5]

بلاشبہ آپ (ﷺ) نے دیکھا اپنے رب کی بڑی نشانیوں کو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس عظیم بابرکت سفر میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک اور مسجد اقصی سے سدرہ المنتہی اور اس سے آگے تک کی سیر کرائی۔ اور اس دوران اپنی بہت سی نشانیاں جن میں جنت، دوزخ، جملہ انبیاء علیم السلام، بیت المعمور، جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائیکہ، حوران خلد، اور غلمان جنت سب شامل ہیں، یہ سب دکھائیں۔ سفر

---

(4) بنی اسرائیل:۱

4. Bani Israil:1

(5) النجم:۱۸

5. Al Najam:18

معراج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ والنجم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ο مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ο وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ο إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ο عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ο ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى ο وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ο ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ο فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ο فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ο مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ο أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى ο وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ο عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ο عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ο إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ο مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ο لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾[6]

قسم ہے تارے کی جب کہ وہ ڈوبنے لگے۔ تمہارا ساتھی نہ تو بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے بولتا بھی نہیں۔ وہ تو نری وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ آپ کو سکھایا اس سخت قوتوں والے نے۔ جو بڑا زور آور ہے چنانچہ وہ (اپنی اصل شکل میں) سامنے آ کھڑا ہوا۔ جب کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا پھر اور نزدیک ہوا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ تب اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی آپ کو فرمانا تھی۔ دل نے جھوٹ نہیں کہا جو کچھ کہ اس نے دیکھا۔ تو کیا تم لوگ اس سے اس چیز پر جھگڑتے ہو جس کو اس نے خود دیکھا (اپنی کھلی آنکھوں سے؟)۔ اور بلاشبہ آپ (ﷺ) نے اس (فرشتہ) کو ایک اور مرتبہ بھی (اپنی اصل شکل میں) اترتے دیکھا۔ یعنی سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ نگاہ نہ تو چوندھیائی نہ حد سے بڑھی۔ بلاشبہ آپ نے دیکھا اپنے رب کی بڑی نشانیوں کو۔

سفر معراج کے متعلق محدثین نے بہت ساری احادیث روایت کیں ہیں۔ ان میں سے ایک روایت جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں ذکر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

---

[6] النجم: ۱۔۱۸

6. Al Najam:1-18

سیدنا انس بن مالک رضی للہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی شب نبی کریم ﷺ کو کعبۃ اللہ سے بلوایا گیا، آپ ﷺ کے پاس تین فرشتے آئے۔ اس سے قبل کہ آپ ﷺ کی طرف وحی کی جائے، آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں سوئے ہوئے تھے۔ تینوں میں جو سب سے آگے تھا، اس نے پوچھا! یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا، پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں نہ دیکھا۔ دوسری رات پھر یہ تینوں آئے۔ اس وقت بھی آپ ﷺ سو رہے تھے۔ لیکن آپ ﷺ کا سونا اس طرح تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی نیند اسی طرح کی ہوتی ہے۔ اس رات فرشتوں نے آپ ﷺ سے بنا کوئی بات کئے اُٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹا دیا اور آپ ﷺ کا سینہ اقدس گردن تک خود جبریل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا۔ سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا۔ جب خوب پاک صاف کر چکے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت وایمان سے پُر تھا۔ اس سے آپ ﷺ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو بھر دیا گیا اور پھر سینے کو سی دیا گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو آسمان دنیا کی طرف لے کر چلے گئے۔ آسمان کے ایک دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کون؟ جواب دیا کہ جبریل۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کہ کیا آپ کو بُلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ سب بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ ﷺ کو لے گئے۔ آسمان والے فرشتے کچھ بھی نہیں جانتے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کیا کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں آگاہ نہ کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبریل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا، مرحبا کہا اور فرمایا "آپ ﷺ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں"۔ وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کیا ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دی کہ یہ "نیل اور فرات کا عُنصر"۔ پھر آپ ﷺ کو آسمان میں لے کر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر لولو اور موتیوں کے بالا خانے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون سی نہر ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ نہر کوثر ہے جسے آپ ﷺ کے پروردگار نے خاص طور پر آپ کے لیے تیار کیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو دوسرے آسمان کی طرف فرشتے لے کر

چلے۔ دروازہ پر سوال ہوا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کون؟ جواب دیا کہ جبریل۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کہ کیا آپ کو بُلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ سب بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئے۔ پھر تیسرے آسمان کی طرف لے کر چلے گئے۔ اُدھر کے فرشتوں سے بھی وہی سوال و جواب وغیرہ ہوئے جو کہ آسمان اول اور دوم پر ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا۔ ان فرشتوں نے بھی وہی سوال کئے اور اُسی طرح جواب پایا۔ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے۔ وہاں بھی وہی سوال و جواب پھر چھٹے اور ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں بھی اسی طرح بات چیت ہوئی۔ ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے اسماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام، پانچویں کا نام مجھے یاد نہیں۔ چھٹے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ساتویں میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا، یا الٰہی میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بلندی پر پہنچے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی نزدیک ہوا۔ بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے کم فاصلے پر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی کی گئی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اترے تو حضرت موسی علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا "دن رات میں پچاس نمازوں کا"۔ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ " یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طاقت سے باہر ہے۔ آپ واپس جایئے اور کمی کے لیے عرض کیجئے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اللہ تعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دُعا کی کہ یا الٰہی ہمیں تخفیف عطا ہو۔ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکا اور کہا کہ جایئے اور کمی کروایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر گئے، پھر کم ہوہیں یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھیں میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار کر آیا ہوں۔ انہیں اس سے بھی کم حکم تھا لیکن پھر بھی وہ کم ہمت ثابت ہوئے اور

اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ کی امت تو ان سے بھی زیادہ ضعیف ہے، جسم کے اعتبار سے بھی اور دل، بدن، آنکھ، اور کان کے اعتبار سے بھی۔ آپ ﷺ پھر جائیے اور مزید تخفیف اللہ تعالیٰ سے طلب کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو پھر اوپر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ " اے میرے اللہ میری امت کے جسم، دل، کان، آنکھیں اور بدن کمزور ہیں۔ ان سے اور بھی کمی فرما۔" اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا اے محمد ﷺ۔ آپ ﷺ نے عرض کیا لبیک و سعدیک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب میری باتیں بدلتیں نہیں ہیں، میں نے اب جو مقرر کیا ہے وہ ام الکتاب میں تحریر ہو چکا ہے۔ یہ نمازیں پڑھنے کے اعتبار سے پانچ ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس ہیں۔ اب جب نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، کیا آپ کی عرضی منظور ہوئی؟ فرمایا ہاں کمی ہو گئی یعنی پچاس کا ثواب مل گیا، ہر نیکی کا ثواب دس گناہ عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ انہوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ پھر جائیے اور پروردگارِ عالم سے مزید کمی طلب کیجئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے کلیم اللہ، میں بارگاہِ ایزدی میں گیا آیا اب تو مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کلیم اللہ نے فرمایا اچھا پھر آپ تشریف لے جائیے۔ بسم اللہ کیجئے۔ اب جب نبی کریم ﷺ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں ہی تھے۔[7]

مذکورہ بالا اسی حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد امام ابن کثیرؒ نے اس پر جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

یہ روایت شریک بن عبداللہ بن نمر سے مروی ہے لیکن انہوں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے اضطراب کر دیا ہے۔ ان کا ضبط درست نہیں تھا۔ ان کے متعلق اس حدیث کے آخر میں بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بعض اس واقعہ (معراج) کو خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملے کی وجہ سے جو اس حدیث کے آخر میں وارد ہے۔ واللہ اعلم۔ حافظ ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا بس بقدر

---

(7) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ کتاب التوحید، باب فی قولہ تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما، حدیث نمبر ۷۵۱۷، ج۹، ص۱۴۹

7.Sahe Bukhari, Muhammad bin Ismail Abu Abdullah AlBukhari,Beroot: Dar Toq Al Nijah, Kitab ul Toheed, Chapter, wa Kallah Mallaho Musa takleema,Hadith No 7517,9/149

دو کمان کے ہو گیا بلکہ اور نزدیک۔ شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ لیکن حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بالکل حق ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نور ہے۔ میں اسے کس طرح دیکھ سکتا ہوں؟ ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ یہ سورۃ النجم میں ہے ثمّ دنا فتدلّٰی یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسے کہ مذکور الذکر تین جلیل القدر اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے۔ دیگر صحابہ کرام میں سے تو کوئی بھی اس آیت کریمہ کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا۔ مزید لکھتے ہیں کہ ان جملہ احادیث کو جاننے کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں، کم از کم اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کا مکہ شریف سے بیت المقدس تک لے جانا ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے۔[8]

نبی کریم ﷺ کی معراج روحانی تھی یا جسمانی اس پر امام ابن کثیر کا جو موقف ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

اس بات میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ معراج نبی کریم ﷺ کو جسم مع الروح کرائی گئی یا صرف روحانی طور پر؟ کثیر علمائے کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم و روح کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو معراج کرائی گئی اور ہوئی بھی جاگتے میں نہ کہ خواب کے اندر۔ البتہ اس امر میں اختلاف نہیں کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کو یہی اشیاء خواب میں بھی دکھائی گئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ جو کچھ خواب میں دیکھتے بعد میں وہی کچھ جاگتے میں بھی مشاہدہ فرما لیتے۔ اس کی ایک بڑی دلیل تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اس اسلوبِ بیان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات بڑی اہم ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب مانا جائے تو خواب کے اندر ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں ہے کہ اس کو بیان

---

[8] تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، بیروت: دار طیبہ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ، ج۵، ص۷

8.Tafseer al Quran al Azeem, Ibn e Kaseer, Abu Al Fida Ismail bin Umer, Beroot: Dar al Tayebah,1420H,5/7

فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے بطور احسان و اظہارِ قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ خواب کا ہی معاملہ تھا تو کفار اس طرح جلدی جلدی آپ ﷺ کی تکذیب نہ کرتے، ایک آدمی اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب چیزیں بیان کر رہا ہے یا کرے تو اس میں کوئی ایسی وجہ نہیں بنتی کہ وہ بھڑ بھڑا جائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کر دیں۔ اور وہ لوگ جو اس سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تسلیم بھی کر چکے تھے، کیا وجہ تھی کہ وہ معراج کا واقعہ سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں؟ امام ابن کثیر انہی دلائل پر مزید بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک تو اس (مذکور الذکر مثال) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا بلکہ جسم مع الروح سفر معراج کا ذکر فرمایا تھا کہ جس کو تسلیم کرنا سامعین کے لیے دشوار ہو رہا تھا۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے لفظ بعبده پر غور کیجئے: عبد کا اطلاق روح مع الجسد دونوں کے مجموعے پر آتا ہے۔ پھر اسری بعبده لیلاً کا فرمانا اس کو مزید واضح کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا۔ اس واقعہ معراج کو لوگوں کی آزمائش کا سبب بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَما جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس خواب میں لوگوں کے لیے کون سی بڑی آزمائش تھی کہ جسے مستقلاً بیان کیا گیا ہے؟ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، مَا زاغَ الْبَصَرُ وَما طَغَى، نہ تو نگاہ بہکی نہ بھٹکی۔ ظاہر ہے کہ بصر یعنی نگاہ، انسان کی ذات کا ایک وصف ہے نہ کہ روح کا پھر براق کو سواری کے لیے لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر رسول اللہ ﷺ کو لے جانا بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ جاگتے ہوئے جسمانی حالت کا ہے ورنہ روح کے لیے سواری کی ضرورت نہیں ہے۔ [9]

مذکور الذکر بحث میں امام ابن کثیرؒ نے یہی ثابت کرنے کے لیے دلائل دیئے ہیں کہ قرآن واحادیث میں زیادہ تر شواہد سے نبی کریم ﷺ کی معراج جاگتے ہوئے جسم مع الروح کے ساتھ ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے سفر معراج کے متعلق جملہ روایات پر جرح کرنے کے بعد امام ابن کثیرؒ اس کی حقانیت کا جو تذکرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت عمر بن دحیہ اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معراج کی

---

[9] تفسیر القرآن العظیم، ج۵، ص۱۲

9. Tafseer Al Quran al Azeem, 5/12

حدیث وارد کر کے اس کے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرمایا کہ معراج کی حدیث متواتر ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن قرظ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو حبہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ بنت جندب، حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت ام ہانی، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء وغیرہ سے مروی ہے۔ ان اصحاب میں سے بعض نے تو مفصل بیان کیا ہے اور بعض نے مختصراً۔ البتہ ان میں سے بعض روایتیں سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں مگر بالجملہ صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں۔ ہاں زندیق و ملحد لوگ اس کے منکر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہی رہے گا بے شک کافروں کو برا لگے۔[10]

کتب احادیث و سیر میں معراج شریف کے بارے میں پوری تفصیل موجود ہے جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختصر بیان فرمایا ہے۔ مفصل معراج شریف کا واقعہ روایت کرنے والے اصحاب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر مقتدر صحابہ اکرام نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ ابنِ کثیر کے حوالے سے ان اصحاب کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ ان کی روایات قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل ہیں۔ ان

---

[10] تفسیر القرآن العظیم، ج۵، ص۲۲

10. Tafseer Al Quran al Azeem, 5/22

مذکور روایاتِ واقعہ معراج دو گروہ ہیں ایک حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ مگر رویت باری تعالیٰ نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا ان اصحاب کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا: امام بخاری نقل کرتے ہیں۔

« عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، {فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى} قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ، «أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ»(11)

یعنی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان آیات کہ صرف قوسین کا فاصلہ یا اس سے کم رہ گیا، تب اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی آپ کو فرمانا تھی، بارے میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبریل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔

۲: صحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ: «نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ»(12)

یعنی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

رؤیت باری تعالیٰ کے حوالے سے دوسرا گروہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کا ہے۔ ان

(11) صحیح بخاری، کتاب التفسیر القرآن، باب فکان قاب قوسین او ادنی، حدیث ۴۸۵۶، ج ۶، ص ۱۴۱

11. Sahe Bkhari, Kitab al Tafseer al Quran, chapter, Fakana Qaba Qousaine, Hadith no 4856, 6/141

(12) صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، کتاب الایمان، باب فی قولہ علیہ السلام انی اراہ، ح ۱۷۸، ج ۱، ص ۱۶۱

12.Sahe Muslim, Muslim bin Al Hajaj abul Hassan al Qushairi, beroot: Dar Al Ahya Al Turas, Kitabul Eeman, Chapter inni araa ho, Hadith no 178, 1/161

اصحاب کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے حبیب مکرم ﷺ کو دولت دیدار سے مشرف فرمایا ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔ علامہ بدر الدین عینی بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں۔

''عَن أنس. قَالَ: رأى مُحَمَّد ربه، وَبِه قَالَ سَائِر أَصْحَاب ابْن عَبَّاس وَكَعب الْأَحْبَار وَالزهْرِيّ وَصَاحب معمر وَآخَرُونَ، وَحكى عبد الرَّزَّاق عَن معمر عَن الْحسن أَنه حلف أَن مُحَمَّدًا رأى ربه،''[13]

یعنی: ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد، کعب بن احبار، زہری اور معمر کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

علامہ بن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، کو نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''عَن بن عَبَّاسٍ قَالَ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ قُلْتُ أَلَيْسَ الله يَقُول لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَار قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِي هُوَ نُورُهُ وَقَدْ رَأَى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ وَحَاصِلُهُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْآيَةِ نَفْيُ الْإِحَاطَةِ بِهِ عِنْدَ رُؤْيَاهُ لَا نَفْيَ أَصْلِ رُؤْيَاهُ۔''[14]

سیدنا ابن عباس رضی للہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے یہ سن کر کہا کہ پھر یہ آیت کہاں جائے گی جس میں فرمانِ الٰہی ہے لا تدرکہ الابصار وھویدرک الابصار یعنی اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے

---

[13] عمدۃ القاری شرح بخاری، العینی، ابو محمد محمود بن احمد بن بدر الدین، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ، ج۱۹ص۱۹۸

13.Umda tul Qari, Al Aine, Ab Muhammad Mehmood bin Ahmad bin Badruddin, Beroot: Dar Ahyaa al Turas, 1421H,19/198

[14] فتح الباری شرح بخاری، عسقلانی، حافظ ابن حجر احمد، کتاب الجہاد والسیر، لاہور: دار النشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹۸۱ء ج۸، ص۶۰۷

14.Fathul Bari, Asqalani, Hafiz ibn Hajar Ahmad, Kitabul Jihad wa Al Siar, Lahore: Dar al Nashar al Kutab Al Islamia, 1981, 8/607

کہ وہ اپنے نور سے پوری تجلی کرے ورنہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ہے۔اس آیہ کریمہ سے مراد احاطہ کرتے ہوئے دیکھنا ہے(جیسے ہماری نگاہ چاند کو تکتی ہے مگر چاند کا احاطہ نہیں کر سکتی) جبکہ صرف دیکھنا کی نفی نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو شرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی بیان فرمائی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ ہم سورج یا چاند کو دیکھتے ضرور ہیں مگر ہماری نگاہیں سورج یا چاند کا احاطہ نہیں کر سکتیں اسی طرح ہماری نگاہیں رب تعالیٰ کو دیکھ سکتیں ہیں اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔علامہ بن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں امام احمد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

«عَنِ الْمَرْوَزِيِّ قُلْتُ لِأَحْمَدَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُدْفَعُ قَوْلُهَا قَالَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنْ قَوْلِهَا۔» [15]

مروزی لکھتے ہیں، میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں ام المومنین کہا کرتیں تھیں کہ جس نے یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے۔تو حضرت عائشہ کے اس قول کا کیا جواب دیا جائے۔آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے ساتھ رایتُ ربی یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، سے حضرت عائشہ کے قول کا جواب دیں گے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے بڑا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کا موقف یہ ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں، حالت بیداری میں، آپ ﷺ کے جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیش آئے۔جمہور علمائے حدیث، فقہا اور متکلمین اسی کے قائل ہیں۔ صحیح روایات کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔اس موقف کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔اس لیے کہ عقلی طور پر ایسا ہونا محال نہیں ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو۔ان تمام دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے امام نووی لکھتے ہیں۔

''وَإِذَا صَحَّتِ الرِّوَايَاتُ عن بن عَبَّاسٍ فِي إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ وَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى إِثْبَاتِهَا فَإِنَّهَا لَيْسَتْ مِمَّا يُدْرَكُ بِالْعَقْلِ وَيُؤْخَذُ بِالظَّنِّ وَإِنَّمَا يُتَلَقَّى بِالسَّمَاعِ وَلَا يَسْتَجِيزُ أَحَدٌ أَنْ يَظُنَّ

---

[15] فتح الباری شرح بخاری ،ج۸،ص۶۰۹

15.Fathul Bari Sharah Bkhari,8/609

بِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَكَلَّمَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ بِالظَّنِّ وَالِاجْتِهَادِ وَقَدْ قَالَ مَعْمَرُ بن راشد حين ذكر اختلاف عائشة وبن عباس ما عائشة عندنا بأعلم من بن عباس ثم ان بن عباس أثبت شيئا نفاه غيره وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔''[16]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایات صحت کے ثبوت کو پہنچ گئیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہے تو اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپ نے اتنی بڑی بات محض اپنے قیاس اور ظن کی بنا پر کہی ہو۔یقیناً انہوں نے کسی مرفوع حدیث کی بنا پر ایسا کہا ہو گا نیز ابن عباس رضی للہ عنہا یک چیز کو ثابت کر رہے ہیں دوسرے حضرات نفی کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہو گا۔

امام نووی نے رؤیت کے قول کو اس بنا پر قبول کیا ہے کہ وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور لکھتے ہیں کہ صحابی ظن و گمان کی بنیاد پر بات نہیں کرتا علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر و تشریح کے بعد رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''وأنا أقول برؤيته ﷺ ربه سبحانه وبدنوه منه سبحانه على الوجه اللائق۔''[17]

یعنی اور میں یہ کہتا ہوں کہ سرور کائنات ﷺ اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوئے اور نبی کریم علیہ السلام کو قرب الٰہی بھی نصیب ہوا لیکن اس طرح جیسے اس کی شان کبیریائی کے لائق ہے۔

آگے امام احمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

''وعن الإمام أحمد أنه كان يقول : إذاسئل عن الرؤيةرآه رآه حتى ينقطع نفسه۔''[18]

---

(16) المنہاج شرح صحیح مسلم، النووی، ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف، بیروت: داراحیاءالتراث العربی، ۱۳۹۲ھ، ج۳، ص۵

16.Al Minhaj Sharah Muslim, AL Nawawi, Abu Zakaria Muhauddin Yahya bin Sharaf, Beroot: Dar Al Ahya Al Turas, 1392H, 3/5

(17) روح المعانی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ آلوسی بغدادی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، الطبعہ الأولی، ۱۴۱۵ھ، ج۲۷، ص۵۴

17.Ruh Al Maani, Shahabudin Mehmood bin Abdullah Aaloosi, Beroot: Dar al Kutab al Ilmia, 1415H,27/54

(18) روح المعانی، ج۲۷، ص۵۴

جب امام احمد ابن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا جاتا کہ نبی کریمعلیہ السلام نے اپنے رب کا دیدار کیا تو آپ یہ فرماتے راٰہ راٰہ حتی ینقطع نفسہ، یعنی ہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔یہ جملہ اتنی دفعہ دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا تھا۔

امام قرطبی سورہ اسراء میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعبدہ کہہ کر مخاطب فرمایا ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ستاروں سے آگے بلندی پر فائز ہوگئے مگر تواضع وانکساری کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعبدہ سے خطاب فرمایا۔امام صاحب لکھتے ہیں کہ:

''لَمَّا رَفَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى حَضْرَتِهِ السَّنِيَّةِ، وَأَرْقَاهُ فَوْقَ الْكَوَاكِبِ الْعُلْوِيَّةِ، أَلْزَمَهُ اسْمَ الْعُبُودِيَّةِ تَوَاضُعًا لِلْأُمَّةِ.''(19)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی بارگاہ عالی کی طرف بلند فرمایا اور آپ ﷺ کو ستاروں کی بلندی سے بھی اوپر لے گیا تو امت کے سامنے تواضع کے لیے آپ ﷺ کو اسم عبودیت کے ساتھ مخاطب فرمایا۔

امام قرطبی واقعہ معراج کا اختلاف اور ایک گروہ کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کا موقف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح پاک کو معراج ہوئی تھی جسم اطہر بستر سے الگ نہیں ہوا تھا اور یہ عالم رؤیا کا معجزہ ہے۔

امام صاحب لکھتے ہیں کہ:

''هَلْ كَانَ إِسْرَاءً بِرُوحِهِ أَوْ جَسَدِهِ، اخْتَلَفَ فِي ذَلِكَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ، فَذَهَبَتْ طَائِفَةٌ إِلَى أَنَّهُ إِسْرَاءٌ بِالرُّوحِ، وَلَمْ يُفَارِقْ شَخْصُهُ مَضْجَعَهُ، وَأَنَّهَا كَانَتْ رُؤْيَا رَأَى فِيهَا الْحَقَائِقَ،

---

18. Ruh Al Maani, 27/54

(19) الجامع لاحکام القرآن، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی، مصر: دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ، ج۱۰، ص۲۰۶

19.Al Jamia Ahkaamul Quran, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad bin Abu Bakar Al Qurtabi, Egypt:1384H, 10/206

وَرُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ حَقٌّ. ذَهَبَ إِلَى هَذَا مُعَاوِيَةُ وَعَائِشَةُ، وَحُكِيَ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ إِسْحَاقَ''[20]

کیا معراج روح کے ساتھ ہوئی ہے یا جسم کے ساتھ؟ اس کے بارے میں سلف وخلف کا اختلاف ہے، پس اس میں ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ معراج روح کو ہوئی، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس آپ کے بستر سے الگ نہیں ہوا، اور یہ کہ یہ خواب تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقائق کو دیکھا، اور نبیاء علیہم السلام کے خواب حق ہیں، یہ نظریہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کا ہے، اور اسے حضرت حسن اور حضرت ابن اسحاق سے بیان کیا گیا ہے۔

واقعہ معراج کے بارے میں جو دوسرا نظریہ ہے اس کے بارے میں امام قرطبی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ تک معراج بیداری کی حالت میں جسم مع الروح کے ساتھ ہوئی اور مسجد اقصیٰ سے آگے معراج روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ لکھتے ہیں کہ:

''وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: كَانَ الْإِسْرَاءُ بِالْجَسَدِ يَقَظَةً إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَإِلَى السَّمَاءِ بِالرُّوحِ، وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: " سُبْحانَ الَّذِي أَسْرى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى" فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الْأَقْصَى غَايَةَ الْإِسْرَاءِ. قَالُوا: وَلَوْ كَانَ الْإِسْرَاءُ بِجَسَدِهِ إِلَى زَائِدٍ عَلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى لَذَكَرَهُ، فَإِنَّهُ كَانَ يَكُونُ أَبْلَغَ فِي الْمَدْحِ.''[21]

اور ایک گروہ نے کہا ہے: یہ معراج جسم کے ساتھ حالت بیداری میں بیت المقدس تک ہوئی، اور آسمان تک روح کے ساتھ ہوئی، اور اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ، پس انہوں نے مسجد اقصیٰ کو اسراء کی غایت قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: اگر اسراء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم کے ساتھ اقصیٰ سے آگے تک ہوتی تو یقیناً اس کا ذکر ہوتا کیونکہ یہ مدح اور تعریف میں مزید مبالغہ اور اضافہ ہے۔

---

[20] الجامع لاحکام القرآن، ج۱۰، ص۲۰۹

20. Al Jamia Ahkaamul Quran, 10/209

[21] الجامع لاحکام القرآن، ج۱۰، ص۲۰۹

21. Al Jamia Ahkaamul Quran, 10/209

تیسرے گروہ کا موقف بیان کرتے ہوئے امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ:

معراج کے جسم کے ساتھ اور حالت بیداری میں کوئی استحالہ نہیں ہے، اور ظاہر اور حقیقت سے تاویل کی طرف عدول تب کیا جاتا ہے جب کوئی استحالہ لازم آئے، اور اگر یہ خواب ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا: بروح عبدہ (اپنے بندے کی روح کو) اور یہ نہ کہتا بعبدہ۔ اور قول باری تعالیٰ مازاغ البصر و ماطغی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر یہ خواب ہوتی تو اس میں کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا، اور نہ ام ہانی آپ ﷺ کو یہ کہتیں: آپ ﷺ لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں وہ آپ ﷺ کو جھٹلا دیں گے۔ اور نہ اس کے سبب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی جاتی، اور نہ قریش کے لیے تشنیع و تکذیب ممکن ہوتی، حالانکہ جب آپ ﷺ نے اس بارے خبر دی تو قریش نے آپ ﷺ کو جھٹلایا حتی کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے جو ایمان لا چکے تھے۔ پس اگر یہ خواب ہوتی تو کوئی اس کا انکار نہ کرتا حالانکہ مشرکین نے آپ ﷺ کو کہا: اگر آپ ﷺ سچے ہیں تو پھر ہمیں قافلے کے بارے میں بتایئے کہ کہاں آپ ان سے ملے تھے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلاں فلاں جگہ میں ان کے پاس سے گزرا اور فلاں آدمی پریشان اور گھبرایا ہوا تھا۔[22]

سفر معراج کے بارے میں زیادہ تر مفسرین نے یہی مذکور الذکر تین موقف بیان فرمائے ہیں۔ اس لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب چند مثالیں سیرت نگاروں کی کتب سیر سے ذکر کرتا ہوں تاکہ ان کا موقف بھی شامل ہو جائے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کیا سیرت نگاروں نے ایک ہی موقف اپنایا ہے یا سب کا ذکر کیا ہے؟ اور کس نے کس موقف کی تائید کی ہے؟ سب سے پہلی سیرت پر لکھی گئی کتاب محمد بن اسحاق کی ہے، اس کتاب میں مطلقاً سفر معراج کا ذکر ہے۔ کوئی کسی قسم کا اختلاف وارد نہیں ہے۔ سیرت حلبیہ میں البتہ اختلاف بیان کیا گیا ہے۔ امام حلبی نے معراج روحانی و جسمانی کا اختلاف نقل کیا اور رؤیت باری تعالیٰ پر بھی الگ الگ موقف ذکر کیا۔ اور آخر میں ایک اور نظریہ بیان کیا، لکھتے ہیں: محققین کی ایک جماعت کا یہ قول اور مسلک ہے کہ معراج شریف کے اختلافی مسئلے میں خاموشی ہی بہتر ہے اس لیے کہ اس بارے میں کوئی مضبوط اور قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ دونوں فریقوں نے جن باتوں کو اپنے لیے دلیل بنایا ہے وہ روایتوں کے ظاہری الفاظ ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور جن میں تاویل ممکن ہے۔ چونکہ یہ بات عقیدے کے

---

(22) الجامع لاحکام القرآن، ج۱۰، ص۲۱۰

22. Al Jamia Ahkaamul Quran, 10/210

درجے کی ایک چیز ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کے متعلق کوئی قطعی دلیل ہو۔ پس یہاں ایک نیا موقف خاموشی کا سامنے آیا ہے کہ اختلاف کی وجہ سے چپ رہنا اس مسئلے میں بہتر ہے۔ امام حلبی نے اس موقف کو صرف ذکر کیا ہے اختیار نہیں کیا اور انہوں نے جملہ اختلافات کو صرف بیان کیا ہے۔ [23]

امام جلال الدین السیوطی نے الخصائص الکبری میں ۳۰ روایات نبی کریم ﷺ کے سفر معراج پر نقل کی ہیں۔ آپ نے صرف وہی روایات ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے کوئی اختلافی بحث نہیں بیان کی۔ ہاں البتہ ان روایات کے اندر جو کچھ بھی اختلافی مواد ہے، وہ من و عن ذکر کیا گیا ہے۔ [24] "فقہ السیرۃ النبویۃ" میں ڈاکٹر محمد سعید رمضان نے اسراء اور معراج کا الگ الگ ذکر کیا ہے اور اختلاف بھی بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسراء اور معراج دونوں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے تھے۔ [25] خالد مسعود نے اپنی تصنیف " حیات رسول امی" میں واقعہ معراج کے ساتھ اختلاف بھی ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ: حضرت عائشہ، حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے روحانی سفر کے قائل ہیں جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جسمانی سفر کے قائل ہیں۔ [26] مولانا صفی الرحمان مبارکپوری نے "الرحیق المختوم" میں اسراء اور معراج کے

---

[23] سیرۃ حلبیہ، امام حلبی، علی بن برہان الدین (مترجم: مولانا اسلم قاسمی) کراچی: دار الاشاعت، ۱۹۹۹ء، ج ۲، ص ۵۸۸

23.Seerat e Halbia, Imam Halbi,Ali bin Burhanudin(Translator: Molana Aslam Qasmi) Karachi: Dar ul Ishat, 1999, 2/588

[24] الخصائص الکبری، السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج ۱، ص ۳۰۷

24.AL Kasais ul Qubra, Al Suooti, Abdul Rehman bin Abi Bakar Jalaudin, Beroot: Dar Al Kutab Al Ilmia, 1/307

[25] فقہ السیرۃ النبویہ، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی (مترجم: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام) لاہور: نشریات، ۲۰۱۰ء، ص ۲۱۰

25. Fiq ul Sirah Al Nabawia, Dr Muhammad Saeed Ramzan Al Buti,(Translator: Dr Muhammad Razi ul Islam) Lahore: Nashriyat, 2010, P210

[26] حیات رسول امی، خالد مسعود، لاہور: دار التذکیر، ۲۰۰۹ء، ص ۲۳۵

26.Hayat Rasool e Ummi, Khalid Masood, Lahore: Dar ul Tazkeer, 2009, P235

تحت جو گفتگو کی ہے اس میں امام ابن قیم کا "زاد المعاد" جو رسول اللہ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے بارے میں اختلاف ذکر ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنے کا سرے سے کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی صحابی اس کا قائل ہے، اور ابن عباس سے مطلقاً دیکھنے اور دل اسے دیکھنے کے جو دو قول منقول ہیں، ان میں سے پہلا دوسرے کے منافی نہیں ہے۔ اور ثم دنا فتدلیٰ میں جس قربت کا ذکر ہے وہ معراج کے واقعہ کے علاوہ ہے۔ اور سورہ النجم میں جس قربت کا ذکر ہے وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی قربت و تدلّی ہے۔ [27] مولانا ابو الکلام آزاد " سیرت رسول رحمت " میں اسریٰ کے بارے باقیوں سے قدرے مختلف موقف بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "رویا عین اریھا "تو اس نے سارا مسئلہ حل کر دیا اور وہ حقیقت آشکار ہو گئی، کہ جس کی طرف ہم ابھی اشارہ کر چکے ہیں، یعنی جو کچھ پیش آیا، تھا تو رؤیا ہی، لیکن کیسی رؤیا؟ ویسی ہی رؤیا جیسی عالمِ خواب میں ہم دیکھا کرتے ہیں؟ نہیں "رؤیا عین "ایسی رؤیا جس میں آنکھیں غافل نہیں ہوتیں، بیدار ہوئے ہیں، جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جیسے آنکھوں سے دیکھا جا رہا ہو۔ [28]

مولانا مودودیؒ نے معراج کے بارے میں یہ سوال اٹھایا کہ: کیا نبی کریم ﷺ بذاتِ خود تشریف لے گئے تھے یا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض روحانی طور پر ہی آپ ﷺ کو یہ مشاہدہ کرا دیا گیا؟ اس کے جواب میں مولانا کو جواب یہ ہے کہ ان سوالات کا جواب قرآن مجید کے الفاظ خود دے رہے ہیں۔ سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ سے بیان کی ابتدا کرنا خود بتا رہا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا خارقِ عادت واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا۔ ظاہر ہے کہ خواب میں کسی شخص کا اس طرح کی چیزیں دیکھ لینا، یا کشف کے طور پر دیکھنا یہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے بیان کرنے کے لیے اس تمہید کی ضرورت ہو کہ "تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو یہ خواب دکھایا یا کشف میں کچھ

---

[27] الرحیق المختوم، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، لاہور: المکتبہ السلفیہ، ص ۲۰۲

27. Al Raheeq ul Makhtoom, Molana Safiul Rehman Mubarik poori, Lahore: Al Maktabah Al Salfia, P202

[28] سیرت رسول رحمت، مولانا ابو الکلام آزاد، لاہور: شیخ علی اینڈ سنز پبلیشرز، ص ۱۶۰

28.Seerat e Rasool e Rehmat, Molana Abu al Qalam Azad, Lahore: Shaikh Ali and Sons, P160

دکھایا دیا"۔ پھر یہ الفاظ بھی کہ " ایک رات اپنے بندے کو لے گیا" جسمانی سفر پر صریحا دلالت کرتے ہیں۔ خواب کے سفر یا کشفی سفر کے لیے "لے جانے" کے الفاظ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہمارے لیے یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا، بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کرایا۔[29]

آنحضرت ﷺ نے کیا اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟ اس کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے اپنے موقف کو لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى سے ثابت کیا ہے اور کہتے ہیں یہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ اُس عظیم الشان آیات کو دیکھا تھا، اور چونکہ سیاق وسباق کی رو سے یہ دوسری ملاقات بھی اُسی ہستی سے ہوئی تھی جس سے پہلی ملاقات ہوئی، اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اُفقِ اعلیٰ پر جس کو آپ ﷺ پہلی مرتبہ دیکھا تھا اور جو قریب آتے آتے بس دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر آگیا تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ نہ تھا، اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کو دیکھا وہ بھی اللہ تعالیٰ نہ تھا۔ اگر آپ ﷺ نے اِن مواقع میں سے کسی موقع پر بھی اللہ جلہ شانہ کو دیکھا ہوتا تو یہ اتنی بڑی بات تھی کہ یہاں ضرور اُس کی تصریح کر دی جاتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی تھی اور انہیں جواب دیا گیا تھا کہ ''لن ترانی ''تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ شرف جو حضرت موسیٰ کو نہیں عطا کیا گیا تھا، رسول کریم ﷺ کو عطا کر دیا جاتا، تو اس کی اہمیت خود ایسی تھی کہ اسے صاف الفاظ میں بیان کر دیا جاتا۔[30]

الغرض نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت مبارکہ اسراء و معراج سے پہلے حضرت خدیجہ اور ابو طالب کی یکے بعد دیگرے وفات، مشرکین کی ہٹ دھرمی اور سفر طائف کی صعوبت کی بنا پر بہت مکدر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تالیف قلب کے لیے اپنے عجائبات کی سیر کرائی اور مزید اپنا قرب بخشا۔ چنانچہ اب رسول اللہ ﷺ تازہ

---

(29) تفہیم القرآن، ابو الاعلیٰ، سید مودودی، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۶ء، ج ۲، ص ۵۸۹

29.Tafheem ul Quran, Abu Aala Syed Modoodi, Lahore: Idara Terjuman ul Quran, 1996, 2/589

(30) تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۲۰۱

دم اور ہشاش بشاش ہو گئے تھے اور اب تبلیغ دین کے لیے بھی کمربستہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے سفر معراج میں اللہ تعالیٰ کا تقرب ضرور حاصل کیا۔ اب وہ تقرب کس حالت و نوعیت کا ہے اور دیدار کی حالت کونسی ہے، عالم رویا ہے یا عالم بیداری ہے اس کی حقیقت کما حقہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ہمارے مطابق مضبوط اور قوی دلائل کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ معراج جسمانی تھا اور آپ ﷺ نے ظاہری آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کیا۔ معراج نبی کریم علیہ السلام کے معجزات میں عظیم معجزہ ہے اس معجزہ کا انکار گمراہی ہے۔ چند علماء کے نظریات معراج جسمانی یا روحانی اور رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں مذکور الذکر بحث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

نتائج

اس تحقیقی مقالے کے نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزاہِ معراج کا بیان قرآن حکیم میں موجود ہے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کے اسراء اور معراج کا الگ الگ ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

۳۔ واقعہ معراج نبی کریم ﷺ کے اختصاصی معجزات میں شامل ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ معراج سے نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی دیگر رسول یا نبی کو سرفراز نہیں فرمایا۔

۵۔ معراج کی حقیقت کے بارے میں بعض لوگوں کا اختلاف موجود ہے۔ جیسے کچھ نے اسے صرف رؤیائے صادقہ سے تعبیر کیا ہے۔

۶۔ مستند تفاسیر اور احادیث سے معراج جسمانی اور رؤیت باری تعالیٰ کا ثبوت موجود ہے۔

۷۔ السابقون الاولون نبی کریم ﷺ کے معراج جسمانی اور رؤیت باری تعالیٰ کے قائل تھے۔

۸۔ معراج النبی ﷺ کا کثرت سے تذکرہ محبت رسول ﷺ میں اضافے کا باعث ہے۔

سفارشات

میں سمجھتا ہوں کہ درج ذیل پہلوؤں پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے:

۱۔ سیرت طیبہ میں شامل کئے گئے من گھڑت واقعات کی تحقیق قرآن مجید کی روشنی میں کی جائے اور جنہوں نے معراج النبی ﷺ جیسے عظیم معجزہ کا انکار کیا ہے ان کی نفی تحقیقی بنیادوں پر کی جائے۔

۲۔ مقام نبوت ورسالت کی اہمیت کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے سیمینار وورکشاپ کا اہتمام ہونا چاہیے تاکہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے مقام ومرتبہ سے واقف ہوں اور جھوٹے لوگوں کی نفی بھی ممکن ہو۔

۳۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ حکومتی سطح اور اداروں کے تحت اس کا اہتمام کیا جائے۔ اس سے معاشرے میں موجود برائیوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کے اختصاصی معجزہِ معراج کی حقیقت کو عام کیا جائے اور اس کے لیے اس موضوع پر مزید کام کیا جائے۔